جدید مالیاتی نظام میں استصناع کا تصور اور مروجہ طریقہ کار

Concept of *Āstṣnāʿ* in Modern Financial System & Prevailing Procedure

Muhammad Junaid
Lecturer, Department of Islamic Studies, Fast University, Karachi Campus:
myjunaid80@gmail.com

Abstract

Factors of production are of utmost importance in any economic financial system, however, people involved in these productive elements such as agriculture or manufacturing occupations do not always have enough money to meet their various needs in the process of producing goods. For example, procurement of equipment, purchase of raw materials and labor etc. The modern economic and financial system tells such people only the interest base loan whereas Islam prohibits usury completely and provides an alternative method. In the following research paper (article), in the light of Qur'an and Sunnah and the opinions of the jurists the importance, use, conditions and other issues of *Āstṣnāʿ* in modern financial system and the procedures used in modern financial institutions (banks) have been discussed the modern Islamic banking and financial system is a day-to-day development decision. The productive capacity of the economy has also increased by meeting the commercial cooperation of high financiers of various Islamic ways. In this scenario, the method of *Āstṣnāʿ* plays a very important and key role. Under this contract, where the financial need of the trader is fulfilled, the buyer also gets what he likes, which is not available for the purpose of any other contract.

Keywords: Islamic Economics, Financial System, Agriculture, Manufacturing, Financial Institutions, Interest, Banks, *Āstṣnāʿ*, Exception.

تعارف

کسی بھی نظام معیشت میں پیداواری عناصر انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ ایک طرف وہ ملکی صارفین کے لیے اشیائے صرف کی ترسیل کرتے ہیں اور دوسری طرف ملکی معیشت کے لیے آمدنی کا باعث بھی بنتے ہیں۔ تاہم ان پیداواری عناصر جیسے زراعت یا مینوفیکچرنگ(Manufacturing) کے پیشے سے وابستہ افراد کے پاس ہر وقت اتنی رقم موجود نہیں ہوتی کہ وہ اشیاء کی پیداوار کے عمل میں اپنی مختلف ضروریات کو پورا کر سکیں مثلاً

آلات کا حصول، خام مال خریدنے اور لیبر و مزدوری وغیرہ۔ جدید معاشی ومالیاتی نظام ایسے افراد کو صرف سودی قرض کا ہی واحد طریقہ بتاتا ہے جووحی الٰہی اور احادیث مبارکہ کے واضح حکم اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کے مترادف ہونے کے علاوہ مختلف انداز میں معاشرے اور انسانیت کے استحصال کا باعث بھی بنتا ہے۔ جبکہ اسلام سود کو مکمل طور پر ممنوع اور حرام قرار دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ایسے افراد کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے متبادل طریقہ بھی فراہم کرتا ہے۔ اسلام ایسے افراد کو چند شرائط کے ساتھ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی چیز کو ایڈوانس میں فروخت (Forward Sale) کرکے رقم حاصل کریں اور اپنی ضروریات پوری کریں۔

اگرچہ خرید وفروخت کے معاملے میں شریعت مطہرہ کا بنیادی اصول یہی ہے کہ جو چیز فروخت کی جارہی ہو(۱) وہ موجود بھی ہو،(۲) فروخت کرنے والا اس کا مالک بھی ہو (۳) وہ چیز اس کے قبضے میں بھی ہو۔ یہ تینوں شرائط بنیادی طور پر اس لیے لگائی گئی ہیں تاکہ فروخت کی جانے والی چیز کے بارے میں کسی قسم کے شکوک وشبہات کی گنجائش نہ رہے اور فریقین میں کسی قسم کا تنازع کا کوئی امکان بھی نہ رہے، اگرچہ ایڈوانس فروخت میں یہ شرائط پوری نہیں ہوتیں لیکن شریعت نے مقاصد شریعت کی روشنی میں اس کاروباری حاجت کو بہت اہمیت دی اور ایڈوانس فروخت کے دو عقود سلم اور استصناع کو بیع کی ان تین بنیادی شرائط سے استثنیٰ دیدیا۔ کیونکہ اقتصادی ومالیاتی امور میں یہ حاجت وضرورت زمانہ قدیم سے لے کر عصر حاضر تک عمومی طور پر ایسی درجے تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر اس کا خیال نہ کیا جائے تو انسان کے بہت سارے پیداواری امور، صنعتوں اور کاریگری میں حرج اور مشقت لازم آتی اور پیداواری عمل کا نظام تہہ وبالا ہوکر رہ جاتا، جبکہ شریعت مطہرہ کا بنیادی منشاء یہ ہے کہ اللہ کے واضح احکامات کی موافقت کرتے ہوئے انسان سے حرج اور مشقت کو دور کیا جائے۔ فقہاء کرام نے شارع علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں ایڈوانس فروخت کا یہ ڈھانچہ کچھ اس طرح ترتیب دیا ہے کہ اس کے تحت سرانجام پانے والا معاملہ شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق تکمیل پاتا ہے، نیز یہ معاملہ ربا، غرر، دھوکہ دہی وغیرہ سے بھی پاک ہوتا ہے اور اس بنا پر کوئی فریق دوسرے کا استحصال نہیں کرسکتا اور کاروباری ضرورت بھی بآسانی پوری ہوجاتی ہے۔ یہ معاملہ کاروبار اور تجارت کی حقیقی ضروریات پر مبنی ہے اور بائع اور خریدار کے لیے مفید ہوتا ہے۔

درج ذیل تحقیقی مقالہ میں قرآن وسنت اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں جدید مالیاتی نظام میں استصناع کی اہمیت، استعمال، شرائط اور دیگر امور اور جدید مالیاتی اداروں (بینکوں) میں رائج طریقہ کار سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

استصناع کی تعریف:

استصناع کی لغوی واصطلاحی تعریف حسبِ ذیل ہے:

لغوی تعریف:

استصناع عربی زبان کے لفظ"صنع" سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی " طلب عمل الصنعة او طلب صنع الشیء "یعنی کسی چیز کے بنانے کو طلب کرنا یا کسی چیز کو تیار کرنے کا حکم دینا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

عقد استصناع کی فقہاء نے مختلف تعریفات ذکر کی ہیں، جس میں چند ذکر کی جارہی ہیں:

"وہ عقد جس میں کاریگر کو مخصوص طریقہ پر، مخصوص صفات کے ساتھ، مخصوص چیز کے تیار کرنے کا آرڈر دیا جائے۔"

رد المحتار میں ہے:

"هو طلب العمل منه، ای من الصانع فی شیء خاص علی وجه مخصوص "[1]

"کاریگر سے کسی مخصوص چیز کے اندر مخصوص طریقہ پر کام کرنے کا مطالبہ کرنا۔"

بدائع الصنائع میں ہے:

"اصطلاح میں استصناع ایسے معاملے کو کہتے ہیں جس میں ایک فریق دوسرے فریق (کاریگر / مینوفیکچرر) کو کوئی چیز بنانے کا آرڈر کرے اور چیز بنانے میں جو خام مال استعمال ہو دوسرا فریق (کاریگر / مینوفیکچرر) خود اس کا اہتمام کرے۔"

فقہاء نے مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی ہے:

" هو عقد علی مبیع فی الذمة شرط فیه العمل "[2]

یعنی کسی ایسی چیز پر عقد کرنا جو ذمہ میں ہو اور اس پر عمل کرنا مشروط ہو۔

---

(1) رد المحتار، کتاب البیوع، مطلب فی الاستصناع ۵/ ۲۲۳

rd āl-mḥtār, ktāb ālbywʿ, mṭlb fy āl-āstṣnāʿ 223/5

(2) الکاسانی، علاء الدین الکاسانی، بدائع الصنائع ۵/ ۲

āl-kāsāny, ʿlāʾ āldyn āl-kāsāny, bdāyʿ ālṣnāyʿ, 2/5

یعنی ایک ایسی چیز پر عقد کرنا جس کی صفات متعین ہوں اور ان صفات کے مطابق اس چیز کو بنوانا مقصود ہو، استصناع کہلاتا ہے۔

درج بالا تعریف اس صورت میں ہے کہ جب آرڈر دینے والا (مستصنع) میٹریل خود فراہم نہ کرے بلکہ صانع کے ذمہ ہو لیکن اگر آرڈر دینے والے نے خام مال (میٹریل) خود فراہم کیا تو یہ عقد استصناع نہیں کہلائے گا بلکہ یہ اجرت کا معاملہ (عقد اجارہ) بن جائے گا جس میں چیز بنانے والا ایک معین اجرت کے عوض صرف اپنی خدمات (Servises) فراہم کرتا ہے۔[3]

ماضی بعید میں انسان اپنی مخصوص ضروریات کی تسکین استصناع کے ذریعے کرتا رہا ہے، اس لیے خاص ضروریات کی تکمیل کے پیش نظر استصناع کی اہمیت وضرورت ہر دور میں رہی ہے اور اس کا رواج قبل از اسلام بھی رہا ہے لیکن اسلام سے قبل یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس میں کسی قسم کے اصول وضوابط مقرر نہ تھے اور اگر تھے بھی تو اسلامی اور فقہی نقطہ نظر سے شریعت سے ہم آہنگ نہیں تھے۔ تاہم اسلامی فقہ میں اس کے لیے چند شرائط، اصول اور قواعد وضوابط مقرر کیے گئے تاکہ انسانی ضروریات کی تسکین بھی ہوتی رہے اور شریعت کے حکم کی پابندی بھی۔

ماضی میں استصناع کی ضرورت بڑی حد تک دستکاری، چمڑے کے جوتے اور چمڑے کی دیگر مصنوعات، لکڑی کی مصنوعات وغیرہ تک محدود تھی لیکن آج کے جدید دور میں انسانی ضروریات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے جس میں انفراسٹرکچر، انڈسٹریل پراجیکٹس، بلڈنگ جیسے بلند بالا عمارتیں، دریاوں اور نہروں پر پلوں کی تعمیر، شہروں اور دیہاتوں کے مابین سڑکوں کی تعمیر، ہوائی جہاز، بھاری مشینری، مختلف ملز کی مشینری، بحری جہاز وغیرہ بھی شامل ہیں جن کی تکمیل کے لیے استصناع (Menufacturing) ہی واحد بہترین ذریعہ ہے۔

عقد استصناع کی اصطلاحات:

صانع: جو فریق / پارٹی آرڈر تیار کرتا اسے "صانع" (کاریگر / مینوفیکچرر) کہتے ہیں۔

مستصنع: جو فریق / پارٹی چیز بنوانے کا آرڈر دیتا ہے اسے "مستصنع" کہا جاتا ہے۔

ثمن: استصناع میں جو قیمت (Payment) ادا کی جاتی ہے اسے "ثمن" کہا جاتا ہے۔

---

(3) الزحیلی، وہبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، ج۵، ص۳۰۲

ālzẖyly ،whbh ،ālfqh ālāslāmy wādlth ،dārālfkr ،ğ ،۵ş(۳۰۲

مصنوع: جس چیز کا آرڈر دیا جاتا ہے وہ "مصنوع" کہلاتی ہے۔

عقد استصناع کی مشروعیت:

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ عقد بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مبیع فی الحال موجود ہو، مقبوض ہو اور مملوک ہو لیکن چونکہ استصناع ایسا عقد ہے کہ اس میں یہ تینوں شرائط نہیں پائی جاتیں اور اس سے پہلے ہی اس کا سودا ہو جاتا ہے یعنی مبیع فی الحال موجود نہیں ہوتی، اگر تیار کنندہ چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو اس سے استصناع کا عقد مکمل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ شرائط کے مفقود ہونے کی وجہ سے شرعاً اس عقد کو صحیح نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ عقد استصناع میں ایسی چیز پر کیا جاتا ہے جو انسان کے پاس نہیں ہے، لہٰذا یہ بیع عقلاً بھی جائز نہیں ہونی چاہیے ،اس لیے کہ حدیث میں ہے:

"لاتبع ماليس عندک"[4]

"جو (چیز) تمہاری ملکیت میں نہیں اسے فروخت مت کرو۔"

ایسی چیز کی بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے جو قبضہ میں نہ ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لوگوں کا عرف اور تعامل یہ رہا ہے کہ لوگ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عقد استصناع کا معاملہ کرتے رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس عقد کو مذکورہ شرط کے مفقود ہونے کے باوجود عام بیع سے استثنیٰ کرتے ہوئے جائز قرار دیا ہے۔[5]

قرآن کریم سے مشروعیت:

بعض اہل علم نے قرآن مجید میں سورہ کہف میں حضرت ذوالقرنین کے واقعہ سے اس کے مشروع ہونے پر استدلال کیا ہے۔ ارشاد مبارک ہے:

فهل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بيننا وبينهم سدا[6]

---

(4) جامع ترمذی: کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع مالیس عندک

ğāmʿ trmḏy : ktāb ālbywʿ ،bāb māğāʾ fy krāhyt byʿ mālys ʿndk

(5) الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۵، ص۳۰۷

ālfq ەālāslām ىwādlth ،ğ ،۵ṣ۳۰۷

(6) سورۃ الکہف ۹۴

swrt ālkhf ۹۴

"کیاہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کر دیں؟(اس شرط پر کہ) آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں "۔

اس آیت مبارکہ سے فقہاء کرام نے استصناع کی مشروعیت کو ثابت کیاہے۔ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس میں لفظ "خرجا" کے معنیٰ اجر عظیم (یعنی بہت بڑا معاوضہ) کے بتائے ہیں۔ پس ذکر کردہ آیت سے ثابت ہوا کہ نص قرآن اس قسم کے معاہدے کو درست بتاتا ہے۔

احادیث مبارکہ سے مشروعیت:

مختلف احادیث مبارکہ سے بھی عقد استصناع کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

"استصنع خاتما من ذهب۔"(7)

"نبی کریم ﷺ نے انگوٹھی بنوانے کا حکم دیا۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے:

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے آرڈر پر منبر بنوایا جس سے عقد استصناع کے جواز ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابو حازم رضی اللہ روایت کرتے ہیں:

"اتی رجال الی سہل بن سعد یسالونه عن المنبر، فقال:بعث رسول الله صلی الله علیه وسم الی فلانة--- ان مری غلامک النجار، یعمل لی اعواداً، اجلس علیهن اذا کلمت الناس، فامرته یعملها من طرفاء الغابة، ثم جاء ها، فارسلت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بها، فامر بها فوضعت فجلس علیه۔" (8)

"کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ علیہ کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے بارے میں پوچھنے لگے تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ لکڑی کا کام کرنے والے اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے کچھ لکڑیاں ایسی بنادے کہ جب میں لوگوں کو تبلیغ کروں تو اس پر بیٹھ سکوں۔ تو اس عورت نے اسے حکم دیا کہ وہ جنگل کے درختوں کی لکڑیاں سے بنادے۔ اس نے وہ

---

(7) صحیح بخاری۲۲۰۵والسلم۳/۱۲۵۵

ṣḥyḥ bẖāry ۲۲۰۵wālslm (۱۲۵۵/۳

(8) صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، کتاب البیوع، باب النجار، ح۲۰۹۴

ṣḥyḥ bẖāry ،dār ṭwq ālnǧāt ،ktāb ālbywʿ ،bāb ālnǧār ،ḥ(۲۰۹۴

منبر بنادیا تو عورت نے وہ منبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوادیا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔ پس وہ منبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھا گیا اور آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے۔"

اجماع سے مشروعیت:

فقہائے کرام سے ایسے عقودات (معاملات) پر اجماع ثابت ہے، جیسا کہ شیخ علی احمد سالوس نے لکھا ہے:

قال صاحب الكفاية فى شرحه بعد ما سبق مبا شرة: الجواز ثابت بالاجماع ، انما الاختلاف فى انه بيع اوعدة او اجارة [9]

نیز ان مندرجہ بالا باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ ماضی بعید (پرانے زمانے) سے لوگ اس قسم کے عقودات (معاملات) کررہے ہیں، جیس مکان بنوانا، جوتے اور دیگر ضروریات کی چیزیں آرڈر پر بنواتے رہے ہیں، اس بنیاد کی وجہ سے عقد استصناع جائز ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے بھی اس عقد کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

" يصع الاستصناع عندا لمالكى والشافعى والحنابلة على آساس عقد السلم وعرف الناس"[10]

"مالکیہ، شافیعہ اور حنابلہ کے نزدیک عقد استصناع اور بیع سلم کی اساس اور عرف کی بنیاد پر صحیح ہے۔"

علماء احناف کے بارے میں لکھتے ہیں:

" ويجوز عندالحنفية استحساناً لتعامل النساس وتعارفهم عليه فى سائر الاعصار من عبر نكير"[11]

"علماء احناف استحساناً اس بیع کو جائز قرار دیتے، کیونکہ اس پر لوگوں کا تعامل رہا ہے اور تمام زمانوں میں لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔"

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ استصناع کے اندر معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے، لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اسے حکماً موجود سمجھا جائے گا۔

---

(9) موسوعۃ القضیا الفقہیۃ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی، ص ۸۳۰

mwswʿẗālqḍyāālfqhyt ālmʿāṣrẗwālāqtṣād ālāslāmy ،ṣ ۸۳۰

(10) الزحیلی، ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۲۳۶

ālzḥyay ،dāktr whbt ālzḥyly ،ālfqh ālāslāmy wādlt(۲۳۶ /۴۰

(11) الزحیلی، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۲۳۶

ālzḥyly ،dāktr whbh ālzḥyly ،ālfqtālāslāmy wādl(۲۳۶/۴٥

عملی اجماع:

نبی کریم علیہ السلام کے عصر مبارک سے لے کر دور حاضر تک استصناع پر کام کرنا اور کروانا مشہور و متعارف بھی ہے اور لوگوں کی حاجت بھی، اسی لیے موجودہ زمانے میں انسانوں میں شاید کوئی ایسا نہ ہو گا خواہ عالم ہو یا غیر عالم جس نے کوئی چیز بنوانے (استصناع) کی لیے لین دین نہ کیا ہو گا اور ایسا بھی ممکن نہیں کہ کسی انسان کو اسی حاجت نہیں ہو گی۔ کوئی گھر کا فرنیچر بنواتا ہے، کوئی کاشتکاری کا سامان بنواتا ہے، کوئی کمپیوٹر اور کوئی بلڈنگ وغیرہ۔ حتی کے جو ائمہ ثلاثہ عقد استصناع کے جواز کے قائل نہیں ہیں وہ بھی اس کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ لوگوں کی روزمرہ کی ضروریات وحاجات اس عقد کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں۔ اسی کو شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء نے لکھا ہے:

"ویلحظ فی هذا المقام ان المشاهد فی عصرنا ان فقهاء المذاهب الثلاثة التی لاتجیز الاستصناع الا بطریق السلم یمارسونه عملیا فی حاجاتهم الخاصة وحاجات ابنائهم لایجدون منه بدا۔"[12]

اور اسی مذکورہ صورت حال کو "عملی اجماع" کہا جاتا ہے۔

استحسان:

جمہور فقہائے احناف کا قول ہے کہ استصناع استحساناً جائز ہے کیونکہ قیاس کے مطابق یہ درست نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ یہ غیر موجود چیز کی بیع ہے جو شریعت نے جائز نہیں کی، لیکن عام انسانوں کے معاملات اور حاجت کو دلیل بنا کر اس کو درست کہا گیا ہے، چنانچہ مشہور حنفی عالم علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ بدائع الصنائع میں استصناع کے جواز پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اما جوازه فالقیاس ان لا یجوز، لانه بیع مالیس عند الانسان، لا علی وجه السلم، وقد نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم، ویجوز استحسانا لاجماع الناس علی ذالک ، لانهم یعملون ذلک فی سائر الاعصار من غیر نکیر، وقد قال علیه السلام:"لا تجتمع امتی علی ضلالة"، وقال علیه السلام:"ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، وماراه المسلمون قبیحا، فهو عند الله قبیح"، والقیاس یترک بالاجماع، ولهذا ترک القیاس فی دخول الحمام بالاجر من غیر بیان المدة ومقدار الماء الذی یستعمل۔" [13]

---

(12) مقالۃ الشیخ مصطفیٰ احمد زرقاء ۲۴۰

mqālt ālšyẖ mṣṭfy āḥmd zrqā' ۲۴۰

(13) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۵/۳

bdāy' ālṣnāy' fy trtyb ālšrāy' (۳/۵

استصناع اور عام لین دین (بیع) میں فرق:

مذکورہ دونوں بیوعات میں جو اصل فرق کرانے والی چیز ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ اس بیع (استصناع) میں بھی لین دین ہوتا ہے، لیکن مسائل فقہیہ کے اعتبار سے یہ عام خرید و فروخت بالکل مختلف ہے، کیوں کہ خرید و فروخت کی جو اصل شرط دین نے مقرر کی ہے وہ یہ کہ (ایسی چیز مت بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے) یعنی استصناع کے مسئلہ کو اگر عام بیع کی نوعیت سے دیکھا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ معدوم بھی ہے اور غیر مقبوض بھی ہے لہٰذا یہ خرید و فروخت صحیح نہ ہو، کیوں کہ بنانے والا ایسی چیز بیچ رہا ہے جو اس کے قبضہ میں نہیں ہے۔ چونکہ دین کا دارومدار انسانوں کی سہولت اور ضرورت کو مد نظر رکھنا ہے اور شریعت کے معاملے میں کسی حد تک تکلیف اور مشقت سے بچانا ہے۔

چنانچہ فرمان باری تعالی ہے:

"یُرید اللّٰہ بکم الیُسر ولا یرید بکم الْعُسر"[14]

ترجمہ: اللہ تعالی تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں اور سختی نہیں چاہتے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وماجعل علیکم فی الدّین حَرج"[15]

ترجمہ: تم پر دین کے بارے میں کسی قسم کی مشقت) نہیں ڈالی۔

اس لیے لوگوں کی مشقت اور حاجت کو سامنے رکھ کر اس قسم کے عقودات کو عام لین دین کے قوانین سے چند صورتوں میں الگ کر کے ان کو درست قرار دیا گیا تا کہ لوگ مشقت اور حرج میں نہ پڑیں۔

استصناع اور سلم میں فرق:

استصناع کا معنی یہ ہے کہ کوئی چیز تیار کروانا۔ علماء احناف کے نزدیک یہ بیع کی ہی ایک قسم ہے جس کا تعلق ایسی اشیاء سے ہے جو آرڈر پر تیار کروائی جاتی ہیں اور اس میں پابندیاں قدرے نرم ہیں۔ مثلاً اس میں پوری قیمت پیشگی ادا کرنا ضروری نہیں ہے جبکہ سلم میں پیشگی پوری ادائیگی کرنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر علی احمد سالوس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

(14) سورۃ البقرۃ ۱۸۵

swr ۃālbqrt ۱۸۵

(15) سورۃ الحج ۷۸

swrt ālḥğ ۷۸

"الاستصنا ع عن المالكية والشافعية والحنابلة جزء من السلم لا يصع الابشروطه وهو عند الحنفية وعند زفرعقد مستقل له شروطه واحكامه الخاصه"

"مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک استصناع سلم کی ہی ایک قسم ہے جو سلم کی شرطوں کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ البتہ امام زفر کے علاوہ باقی احناف علماء کے نزدیک یہ ایک مستقل عقد ہے جس کی اپنی شرطیں اور خاص احکام ہیں۔"(16)

- استصناع اور سلم میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ بیع استصناع ان اشیا میں ہو سکتی ہے جن کو بنانے کی ضرورت ہو، درانحالیکہ کے بیع سلم تمام اشیا (تیار شدہ و غیر تیار شدہ) میں ہو سکتی ہے۔
- اسی طرح ایک فرق یہ بھی ہے کہ سلم میں پیسے (ثمن) ایڈوانس ادا کیے جاتے ہیں جب کے استصناع میں ثمن (قیمت) ایڈوانس بھی ادا کی جاسکتی ہے اور الگ الگ متعین اقساط میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

استصناع اور اجارہ میں فرق:

استصناع میں صانع / مینو فیکچرز مطلوبہ سامان کو اپنے میٹریل سے بنانے کی ذمہ داری لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عقد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر مینو فیکچرز کے پاس میٹریل نہیں ہے تو وہ میٹریل حاصل کرے اور مطلوبہ سامان بنائے۔ لیکن اگر مٹیریل کسٹمر کی جاب سے مہیا کرایا گیا اور مینو فیکچر رصرف اس کی مزدوری اور مہارت طلب کی گئی، تو یہ عقد استصناع نہیں ہو گا بلکہ اس صورت میں یہ عقد اجارہ ہو گا جہاں پہ ایک شخص کی متعین فیس کے عوض خدمات لی جاتی ہے۔(17)

وہ فوائد جن کی وجہ سے عقد استصناع کو مشروع کیا گیا:

- **بیچنے والا (صانع) کا فائدہ:**

عقد استصناع میں سب سے پہلا فائدہ صانع کا ہے کیونکہ اس کو شئ مصنوع کے بنانے (Menufactur) کی قیمت فوراً وصول ہوتی اور چیز بننے سے پہلے ہی بک جاتی ہے کیونکہ اس کا گاہک موجود ہوتا ہے اس لیے وہ بیچنے کی مشقت سے بچ جاتا ہے جبکہ اگر صانع (مینو فیکچرر) اگر خود خرید و فروخت کرے تو ممکن ہے کہ وہ چیز سیل ہو گی نہیں یا ہو سکتا ہے

---

(16) موسوعۃ القضایا الفقہیۃ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی، ص ۸۴۲

mwswʿt ālqḍāyā ālfqhyt ālmʿāṣrtwālāqtṣād ālāslāmy ،ṣ (۸۴۲

(17) An Introduction to Islamic Finance صفحہ نمبر ۱۳۲ از مولانا تقی عثمانی

An Introduction to Islamic Finance ṣfḥh nmbr ۱۳۲āzmwlānā tqy ʿtmāny

جلدی سیل ہو یا تاخیر سے اور پھر اس کی تشہیر کی بھی حاجت ہو گی گی ان تمام کاموں میں ایک مستقل مشقت ہے اس لیے یہاں صانع (بیچنے والے) فائدہ مد نظر رکھا گیا۔

- **مشتری (مستصنع) کی سہولت:**

مشتری شئ مصنوع کو متعین کردہ صفات و خصوصیات کے ساتھ اپنی چاہت کے مطابق تیار کرواسکتا ہے۔ کیوں کہ بازار میں دستیاب چیز سے اس کی حاجت پوری نہ کرتی ہو۔

اسی طرح خریدار کا مزید فائدہ یہ ہے کہ استصناع میں قیمت کی ادائیگی میں بھی فریقین کی رضامندی سے جس طرح چاہے قسطوں میں یا ایک ساتھ کر دے۔ لہٰذا اس کی وجہ سے من چاہی چیز بنوا سکتا ہے۔

- **دیگر معاشی سہولیات:**

اسی طرح استصناع کے ذریعہ بے شمار اقتصادی اور مالیاتی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں، مثلاً: مختلف کاروباری مواقع، روزگار کے مختلف مواقع، مختلف انڈسٹریوں اور فیکٹریوں کا وجود، بڑے پیمانے پر اور ملکی سطح پر مختلف تعمیراتی پراجیکٹس، انفراسٹکچرز کے مواقع میسر ہونا وغیرہ۔

شیخ مصطفی زرقا نے ان معاشی ضروریات کے بارے میں لکھا ہے:

"کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا تیار کرنا اس وقت ممکن ہوتا ہے، جب تک ان کو کسی قسم کا گاہک نہ مل جائے، جیسے مختلف مواصفات پر مبنی کسی خاص مقام پر عمارت کی کنسٹرکشن ہے، یا کسی اہم جگہ پر مختلف خصوصیات کا حامل پل بنوانا، اس کا ناممکن ہونا بعض مرتبہ فطری ہوتا ہے، جیسے صفات کی خصوصیات کا اختلاف جو کہ خریداروں کے طبیعت کی بنا پر ہوتا ہے یا پھر اس کے ناممکن ہونے کا سبب مالی کمی ہوتی ہے کہ تیار کی جانے والی چیز اتنی مہنگی ہوتی ہے کہ بنوائی بہت بڑھ جاتی ہے اور بنانے والا اسے بغیر کسی آرڈر کے نہیں بناتا کہ اگر بنالیا تو سیل ہو گی یا نہیں۔[18]

الغرض عقد استصناع ایسا عقد ہے جس میں ہر قسم اور ہر کیٹیگری کے لیے بے شمار فوائد ہیں جن کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

---

(18) عقد الاستصناع المصطفی زرقا

ʿqd ālāstṣnāʿ ālmṣṭfy zrqā

عقد استصناع کے لئے متعین کردہ شرائط:

ثمن سے متعلق شرائط:

(۱) عقد استصناع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ شئ مصنوع کا ثمن (قیمت) معلوم ہو۔ اسی طرح استصناع میں رقم، قیمتی چیز، جنس یا کسی دوسری چیز کی منفعت (جیسے گاڑی چلانا، گھر میں رہنا وغیرہ) یا اسی مالِ مصنوع کی منفعت کو ثمن کے طور پر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ یعنی تم یہ چیز بنادو پھر اسے اتنے عرصے تک "اس قیمت کے بدلے" میں استعمال کرنا اور اس صورت میں ملکیت مستصنع کی ہوگی اور مصنوع سے متعلق سارے خطرات مستصنع کے ہوں گے۔

(۲) استصناع میں یہ لازمی نہیں ہے کہ مستصنع عقد کی ابتدا میں ہی مکمل ثمن ادا کرے بلکہ کچھ رقم ایڈوانس اور کچھ رقم حوالگی کے وقت ادا کرسکتا ہے۔ سلم اور استصناع میں یہ ایک امتیازی فرق ہے۔

(۳) استصناع میں اگر بینک کو کم لاگت برداشت کرنی پڑے یا متوازی استصناع میں صانع سے ڈسکائونٹ ملے تو اسلامی بینک کے لیے یہ لازمی نہیں کہ وہ یہ ڈسکائونٹ اپنے خریدار کو بھی دے۔ اس طرح جو بھی نفع یا نقصان ہوگا وہ اسلامی بینک کا ہوگا۔ یعنی اگر اسلامی بینک کو زیادہ لاگت برداشت کرنے کی صورت میں خود ہی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔[19]

(۴) صانع کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مستصنع کی طرف سے رقم کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں کسی اضافی رقم کا مطالبہ کرے یا ایسی کوئی شرط رکھے۔ کیونکہ عقد طے ہونے کے بعد یہ رقم مستصنع پر دَین (قرض) بن جاتی ہے جس پر کسی قسم کا اضافہ سود کہلاتا ہے جو کہ حرام ہے۔ البتہ اگر مستصنع مقررہ وقت سے پہلے رقم ادا کردے تو اس صورت میں صانع کی طرف سے اس کو ڈسکائونٹ دینا جائز ہے بشرطیکہ یہ ڈسکائونٹ عقد کی ابتدا میں مشروط نہ ہو۔[20]

کیونکہ دَین کا کچھ حصہ چھوڑا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(19) آئی۔او۔فی شریعہ اسٹینڈرڈ(۲۰۱۰)استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۳/۲/۶، ص ۱۸۴

āy - āw -fy šryʿh āstyndrd (۲۰۱۰) āstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ،۶/۲/۳ṣ(۱۸۴

(20) آئی۔او۔فی شریعہ اسٹینڈرڈ(۲۰۱۰)استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۳/۲/۶، ص ۱۸۵

āy - āw -fy šryʿh āstyndrd (۲۰۱۰) āstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ،۶/۲/۳ṣ(۱۸۵

"ضع الشطر من دينک"[21]

(اپنے قرض کا کچھ حصہ چھوڑ دیں) جو کہ انہوں نے چھوڑ بھی دیا۔

(۵) استصناع میں اگر نامساعد حالات کی بنا پر بھی چیز کی قیمت میں کسی قسم کی تبدیلی رونما ہوگی تو اس میں عرف اور تعامل کا اعتبار ہوگا یا پھر اس معاملے میں کے متعلقہ تجربہ کار / ماہرین افراد سے رجوع کیا جائے گا۔[22]

شئ مصنوع سے متعلق شرائط:

(۱) شئ مصنوع مروجہ ہو اور عام طور پر لوگ اسے بنواتے (مینوفیکچر) کرواتے رہتے ہوں اور لوگوں کا اس پر تعامل اور رواج ہو، جیسے ٹوپیاں بنوانا، جوتے، کپڑے، برتن وغیرہ اور جن چیزوں میں لوگوں کے درمیان تعامل نہ ہو ان چیزوں میں استصناع نہیں ہو سکتا۔

(۲) استصناع کا عقد صرف ان اشیاء میں ہو سکتا ہے جو بنائی یا تیار (Manufacture) کی جاتی ہیں جیسے گاڑیاں، گھر، صابن وغیرہ۔ اس طرح استصناع کے تحت مثلی اور قیمتی دونوں اشیاء آجاتی ہیں۔ یعنی ایسی اشیاء بھی آجاتی ہیں جو یکتا قسم کی ہوں اور مارکیٹ میں اس کا متبادل نہ ہو، مثلاً زید بکر سے ایسی انوکھی چیز تیار کرنے کا کہتا ہے جو صرف اسی کے لیے ہو اور کسی کے پاس نہ ہو تو یہ استصناع جائز ہے۔ لیکن قدرتی طور پر پیدا ہونے والی اشیاء میں استصناع نہیں ہو سکتا جیسے گندم، چاول، سیب، جانور وغیرہ۔ لیکن قدرتی اشیاء کو استعمال کر کے اگر کوئی ایسی چیز تیار کی جاتی ہو تو اس میں استصناع کیا جا سکتا ہے، جیسے گندم سے تیار کیے جانے والے بسکٹ، جانور کے گوشت سے تیار کی جانے والی اشیاء، دودھ سے تیار ہونے والی چیزیں وغیرہ۔

(۳) کسی بھی ایسی چیز پر استصناع نہیں کیا جا سکتا جس کی تعیین ذات کے اعتبار سے کی گئی ہو اس طرح کہ اشارہ کر کے کہے: "میں تمہیں کار بنا کر دوں گا" بلکہ وہ اس کار کی خاصیات اور صفات بیان کر کے معین کرے کہ ان صفات کی حامل کار بنا کر دے گا۔[23]

---

(21) صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المساجد، ح ۴۷۱

ṣḥyḥ ālbẖāry ،ktāb ālṣlwt ،bāb rfʿ ālṣwt fy ālmsāğd ،ḥ۴۷۱

(22) حوالہ بالا۔ آئی۔ او۔ فی شریعہ اسٹینڈرڈ (۲۰۱۰) استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۳/۲/۶، ص ۱۸۵

ḥwāl ،bālā- āy - āw -fy šryʿh āstyndrd (۲۰۱۰) āstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ،۶/۲/۳ṣ(۱۸۵

(23) آئی او فی شریعہ اسٹینڈرڈ (۲۰۱۰) استصناع اسٹینڈرڈ، مستندات الاحکام الشرعیہ، ص ۱۵۵

āi āw fy šryʿh āstyndrd (۲۰۱۰) āstṣnāʿ āstyndrd ،mstndāt ālāḥkām ālšrʿyh ،ṣ (۱۵۵

(۴) استصناع کا عقد کرتے وقت چیز سے متعلق سارے امور جیسے نوعیت، مقدار، معیار، رنگ، اوصاف، ڈیزائن وغیرہ طے کرنا لازمی ہے تاکہ مستصنع اور صانع کے درمیان چیز سے متعلق کسی قسم کا ایسا شبہ نہ رہے جو بعد میں ان کے مابین جھگڑے کا سبب بنے۔

(۵) شئ مصنوع کے بنانے میں خام مال (Raw Material) کا انتظام صانع خود کرے گا۔[24] اگر مستصنع خام مال فراہم کرے گا تو یہ عقد اجارہ ہو گا نہ کہ استصناع، کیونکہ اس صورت میں کاریگر صرف اپنی فنی خدمات (Services) کی اجرت لے گا اور اس پر اجارہ کے احکام لاگو ہوں گے۔[25]

(۶) ایسی چیز پر استصناع نہیں کیا جاسکتا جو پہلے ہی موجود ہو اور اس طرح متعین ہو کہ صانع یہ کہے کہ "میں تم سے اس خاص گاڑی پر استصناع کرتا ہوں اور بعینہ یہی گاڑی دوں گا۔" لیکن اگر صانع خود یا کوئی اور وہ چیز پہلے ہی تیار کر چکا ہو اور اسے اس طرح خاص نہ کیا گیا ہو بلکہ صرف اس کے اوصاف اور خواص متعین کیے گئے ہوں تو پھر اس پہلے سے ہی تیار شدہ مصنوع پر استصناع کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ عقد استصناع کا عقد ان اشیاء میں کیا جاتا ہے جن کے اوصاف بیان کیے جاتے ہوں، ان اشیاء میں نہیں ہوتا جن کی طرف اشارہ کرکے ان کو متعین کیا جاتا ہو۔[26]

(۷) استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز کی تیاری کا مطالبہ کیا گیا ہے، صانع بذات خود ہی وہ چیز تیار کرے لیکن اگر مستصنع اس بات کی شرط لگاتا ہے تو پھر صانع کے لیے کسی تیسرے فریق (Third Party) سے اس چیز کو تیار کرنا جائز نہیں ہو گا۔[27]

(۸) مستصنع جس چیز کی تیاری کا کہتا ہے، اگر وہ چیز صانع کے پاس پہلے سے ہی تیار شدی پڑی ہو تو اسے وہی چیز دی جاسکتی ہے یا اگر کسی تیسرے فریق کی تیار شدہ چیز صانع کے پاس پہلے سے موجود ہو اور صانع کے بذات

---

(24) المبسوط، دار احیاء التراث العربی، ج۱۵، ص۹۹۔ المجلۃ الاحکام، المادہ۴۲۱
ālmbswṭ ،dār āḥyāʾ āltrāṯ ālʿrby ،ğ ،۱۵ṣ -۹۹ālmğlt ālāḥkām ،ālmādh (۴۲۱

(25) عبد الرحمن بن محمد، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، دار احیاء التراث العربی، ج۲، ص۱۰۶
ʿbd ālrḥmn bn mḥmd ،mğmʿ ālānhr fy šrḥ mltqy ālābḥr ،dār āḥyāʾ āltrāṯ ālʿrby ،ğ ،۲ṣ(۱۰۶

(26) المجلۃ الاحکام، المادہ۱۵۸
ālmğlt ālāḥkām ،ālmādh (۱۵۸

(27) آئی او فی شریعہ اسٹینڈرڈ ۲۰۱۰، استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۴/۱/۳، ص۱۸۲
āy āw fy šryʿh āstyndrd ،۲۰۱۰ āstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ،۳/۱/۴ṣ(۱۸۲

خود کام کرنے کی شرط بھی نہ ہو تو وہ چیز بھی مستصنع کو دی جاسکتی ہے لیکن اگر مستصنع اس بات کی شرط لگاتا ہے کہ وہ چیز صانع کے ہاتھ کی ہی بنی ہو تو پھر صانع کے لیے تیسرے فریق سے اس چیز کو تیار کرانا جائز نہیں ہو گا۔[28]

پہلی صورت میں اس لیے جائز ہے کہ وہاں مستصنع کا مقصد پورا ہو رہا تھا کیونکہ اسے چیز کی ضرورت تھی قطع نظر اس کے کہ کس نے اسے بنایا ہے لیکن دوسری صورت میں وہی مقصد صانع کی ذات سے وابستہ ہے۔[29]

شئ مصنوع کی حوالگی اور تصرف سے متعلق شرائط:

(۱) صانع پر لازم ہے کہ طے شدہ خصوصیات کے مطابق اور مقررہ مدت کے اندر اپنے کام کو مکمل کرے اور چیز مستصنع کے حوالے کر دے یا اتنی مناسب مدت میں کام کو مکمل کرے جتنی مدت میں اس نوعیت کے کام مکمل ہو جاتے ہیں۔

(۲) عقد استصناع کے وقت یہ شرط بھی لگائی جاسکتی ہے کہ اتنی خاص مدت کے دوران اس چیز میں عیب یا اس کی دیکھ بھال کا ذمہ دار صانع ہو گا یا دیکھ بھال کی ذمہ داری سے متعلق اس علاقے کے عرف کو دیکھا جائے گا۔

(۳) جب تک چیز مکمل یا جزوی طور پر تیار کر کے مستصنع کے حوالے نہیں کی جاتی، صانع ہی اس چیز کا مالک متصور ہو گا کیونکہ چیز کی تیاری میں فراہم کردہ خام مال اور محنت سب کچھ اسی کا ہے لہٰذا صانع اگر چاہے تو کسی اور (تھرڈ پارٹی) کو بھی وہ شئ فروخت کر سکتا ہے اور اگر صانع نے عقد کی ابتدا میں یا عقد کے دوران چیز کی کچھ قیمت وصول کر لی تو صانع وہ چیز مستصنع کے علاوہ کسی تیسرے فریق کو فروخت نہیں کر سکتا۔

(۴) اگر صانع چیز بنانے کے بعد اسے مستصنع کے حوالے کر دیتا ہے یا مستصنع کے لیے اس چیز پر قبضہ (حقیقی یا حکمی) کرنا ممکن بنا دیتا ہے یا مستصنع کے مقرر کردہ کسی نمائندے کے حوالے کر دیتا ہے تو ان تمام صورتوں میں صانع اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

---

(28) آئی او فی شریعہ اسٹینڈرڈ ۲۰۱۰، استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۴/۱/۳، ص ۱۸۲

āy āw fy šryʿh āstyndrd ،۲۰۱۰ āstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ،۳/۱/۴ṣ(۱۸۲

(29) حوالہ بالا، مستندات الاحکام الشرعیہ، ص ۱۵۵

ḥwālh bālā ،mstndāt ālāḥkām ālšrʿyh ،ṣ(۱۵۵

(۵) اگر صانع مستصنع کے لیے اس چیز پر قبضہ (حقیقی یا حکمی) کرنا ممکن بنادیتا ہے لیکن مستصنع اس پر قبضہ نہیں کرتا تو اس صورت میں وہ چیز صانع کے پاس بطور امانت متصور ہو گی۔ لہٰذا اگر وہ چیز صانع کے پاس اس کی کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جاتی ہے تو وہ ذمہ دار نہیں ہو گا۔

(۶) اگر حوالگی کے وقت چیز طے شدہ اوصاف اور شرائط کے مطابق نہ ہو تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے تو وہ چیز لینے سے انکار کر دے اور چاہے تو وہ اسے قبول کر لے اور یہ اس کی طرف سے قابل تحسین اقدام ہو گا اور فریقین کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ باہم رضامندی سے قیمت میں کمی کر کے چیز کی قبولیت پر مصالحت کر لیں۔ اس طرح دونوں فریقین مشقت سے بچ جائیں گے۔

(۷) اگر چیز مقررہ مدت سے پہلے تیار ہو جائے تو اسے مستصنع کے حوالے کیا جاسکتا ہے۔ اگر مستصنع کسی معقول عذر کی بنا پر مقررہ وقت سے پہلے قبول کرنے سے انکار کر دے تو اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر مستصنع کا عذر معقول نہ ہو تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ چیز قبول کر لے۔

(۸) استصناع کے عقد میں یہ شرط رکھی جاسکتی ہے کہ چیز کی تیاری کے بعد اگر مستصنع ایک مخصوص مدت تک چیز وصول نہیں کرے گا تو صانع مستصنع کے وکیل کی حیثیت سے اس چیز کو تیسرے فریق کو فروخت کرے گا اور جو رقم حاصل ہو گی صانع اس میں سے اپنی قیمت منہا کرے گا اور کچھ رقم باقی بچ جائے تو اسے مستصنع کے حوالے کرے گا۔ لیکن اگر وہ چیز اتنی کم قیمت پر فروخت ہوتی ہے کہ صانع کی مکمل قیمت وصول نہیں ہوتی تو مستصنع باقی رقم ادا کرے گا۔

(۹) مستصنع چیز پر قبضہ (حقیقی یا حکمی) کرنے سے پہلے اسے فروخت نہیں کر سکتا تاہم وہ متوازی استصناع کا عقد کر سکتا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

استصناع میں فریقین کے حقوق:

عقد استصناع میں ترمیم:

(۱) استصناع کا عقد طے پا جانے کے بعد صانع اور مستصنع اگر چاہیں تو باہم رضامندی سے عقد میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ تاہم کسی بھی ترمیم کے باعث قیمت میں جو تبدیلی آئے گی اس میں عرف اور تعامل کا اعتبار ہو گا یا پھر اس معاملے کے متعلقہ تجربہ کار افراد سے رجوع کیا جائے گا۔

(۲) مستصنع ایسی ترمیم اور اضافہ نہیں کر سکتا جو کہ صانع کے لیے نامناسب ہوں۔

(۳) کسی نامکمل پروجیکٹ کو مکمل کرنے کے لیے بھی استصناع کا عقد کیا جاسکتا ہے اس صورت میں پروجیکٹ کی قیمت کا تعین اس کی موجودہ صورت حال کو دیکھ کر لگایا جائے گا یعنی کتنا کام ابھی باقی ہے جس کا اندازہ متعلقہ ماہرین کی رائے سے ہی لگایا جائے گا۔ ماہرین سے رجوع کرنے پر آنے والے سارے اخراجات کا ذمہ سابق صانع پر ہو گا۔

(۴) اگر عمارت کی تعمیر کا کام مستصنع کی زمین پر ہو تو مستصنع کے لیے جائز ہے کہ وہ عقد کی ابتدا میں ہی یہ شرط لگادے کہ اگر صانع نے کام نامکمل چھوڑا تو مستصنع یہ حق رکھتا ہے کہ وہ کسی اور سے کام کو جاری رکھوائے تاکہ ممکنہ نقصان سے بچا جاسکے اور اس کے سارے اخراجات صانع کے ہی ہوں گے اور اس کا اطلاق اسی دن سے ہو گا جس دن صانع نے کام کو چھوڑا ہو گا۔[30]

(۵) اگر صانع پروجیکٹ کو مکمل نہ کرسکے اور وہ وپروجیکٹ مستصنع کی زمین پر بن رہا ہو تو مستصنع کے لیے لازمی نہیں ہے کہ وہ اس نامکمل پروجیکٹ کو قبول کرے۔ ہاں اگر پروجیکٹ جاری نہ رکھنے کی وجہ مستصنع خود ہو تو پھر مستصنع پر لازم ہے کہ وہ صانع پروجیکٹ کی موجودہ حالت تک آنے والے اخراجات ادا کرے اور اس کے حقیقی نقصان کا ازالہ کرے۔ لیکن اگر کام رکنے کی وجہ صانع بذات خود ہو تو پھر مستصنع صرف پروجیکیٹ کی موجودہ حالت کی قیمت ادا کرے گا جبکہ اس رکاوٹ کی وجہ سے مستصنع کو جو حقیقی نقصان ہو گا وہ صانع ادا کرے گا لیکن اگر کام میں یہ رکاوٹ دونوں میں سے کسی کی وجہ سے نہ ہو تو پھر مستصنع صرف پروجیکٹ کی موجدہ حالت کی قیمت ادا کرے اور دونوں خود کو پہنچنے والے نقصان کے خود ہی ذمہ دار ہوں گے۔[31]

عقد استصناع سے متعلق بعض اہم مسائل:

عقد استصناع کا لزوم (بیع یا وعدۂ بیع):

(30) آئی او فی شریعہ اسٹینڈرڈ (۲۰۱۰) استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۴/۲/۲ اور ۴/۲/۳ ص ۱۸۵
āy āw fy šryʿh āstyndrd (۲۰۱۰) āstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ۲/۲/۴āwr ۳/۲/۴ṣ (۱۸۵

(31) حوالہ بالا، دفعہ ۴/۲/۴ ص ۱۸۶
ḥwālh bālā ،dfʿh ۴/۲/۴ṣ (۱۸۶

ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک عقد استصناع درحقیقت مستقل طور پر الگ عقد ہی نہیں ہے بلکہ وہ اسے عقد سلم کے ضمن میں بیان کرتے ہیں اور اس کے لیے سلم کی شرائط کو لازم قرار دیتے ہیں۔[32]

جبکہ احناف میں سے کچھ فقہاء کے نزدیک استصناع سرے سے عقد ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک فریق کی طرف سے فرمائش اور دوسرے فریق کی طرف سے اس فرمائش کو پورا کرنے کا وعدہ ہے، یعنی ایک فریق کہتا ہے کہ مجھے یہ چیز بنادو اور دوسرا فریق وعدہ کرتا ہے کہ وہ بنادے گا۔ لہٰذا ان کے نزدیک یہ عقد نہیں بلکہ وعدۂ بیع ہے، اسی وجہ سے کسی بھی فریق پر یہ اس طرح لازم بھی نہیں ہوتا کہ وہ ہر حال میں اسے پورا کرے۔ کوئی بھی فریق استصناع کو جب چاہے منسوخ کر سکتا ہے اور کسی بھی فریق کو استصناع کی تکمیل پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔[33]

دوسری طرف جمہور احناف کے نزدیک عقد استصناع بیوع کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور دوسرے عقود کی طرح ایک مکمل عقد / بیع ہے نہ کہ وعدۂ بیع ہے۔ جب فریقین عقد پر راضی ہو جائیں تو یہ ان پر لازم ہو جاتا ہے۔[34]

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے بھی اپنی قرار داد میں یہ کہا ہے کہ عقد استصناع صرف وعدہ نہیں بلکہ یہ ایک عقد لازم ہے۔[35]

اسی کے بارے میں شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء لکھتے ہیں:

"جمہور فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ استصناع ہر لحاظ سے عقد ہے نہ کہ محض ایک وعدہ، حتی کے احناف کے علاوہ فقہاء مالکیہ، شوافع اور حنابلہ جو استصناع کو جائز قرار نہیں دیتے وہ بھی عقد سلم کے تحت اس کو عقد تسلیم کرتے ہیں یعنی اگر بیع سلم کی مطلوبہ شرائط اس میں پائی جائیں گی تو وہ عقد استصناع بیع سلم ہو جائے گا۔"[36]

---

(32) البدران، کاسب بن عبد الکریم، عقد الاستصناع او عقد المقاولۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۶۰ تا ۶۷
ālbdrān ،kāsb bn ʿbd ālkrym ،ʿqd ālāstṣnāʿ āw ʿqd ālmqāwlt fy ālfqh ālāslāmy ،ṣ ۶۰tā (۷۶

(33) حوالہ بالا، ص ۷۷
ḥwālh bālā ،ṣ(۷۷

(34) مجلۃ الاحکام العدلیۃ، دفعہ ۳۹۲
mğlt ālāḥkām ālʿdlit ،dfʿ(۳۹۲ ٥

(35) آئی او فی شریعہ اسٹینڈرڈ-۲۰۱۰، استصناع اسٹینڈرڈ-مستندات الاحکام الشرعیہ، ۱۵۴
āy āwfy šryʿh āstyndrd- ،۲۰۱۰āstṣnāʿ āstyndrd - mstndāt ālāḥkām ālšrʿ(۱۵۴ یہ،

استصناع میں بیعانہ / رہن / ضمانت (Advance):

صانع کے لیے جائز ہے کہ وہ مستصنع سے بیعانے (عربون / ایڈوانس) کے طور پر ایک مخصوص رقم کا مطالبہ کرے کہ اگر عقد مکمل ہوا تو یہ رقم چیز کی قیمت میں شمار ہوگی اور اگر عقد منسوخ ہوا تو مستصنع اس رقم کا حق دار ٹھہرے گا۔ تاہم شرعی نقطہ نظر سے بہتر یہی ہے کہ عقد منسوخ ہونے کی صورت میں صانع صرف حقیقی نقصان کی مقدار تک رقم کاٹ لے اور بقیہ مستصنع کو واپس کر دے۔ ایک ادارہ جو کہ صانع ہو یا مستصنع اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مستصنع یا صانع سے کسی رہن یا گارنٹی کا مطالبہ کر سکتا ہے تاکہ اس کے حقوق محفوظ رہیں۔[37]

جمہور فقہاء کے نزدیک عربون (بیعانہ) رکھ لینا اور واپس نہ کرنا جائز ہے اور ان کا استدلال حدیث اور قیاس سے ہے، حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے عربان کی سے منع فرمایا ہے:

''نهى رسول ﷺ عن بيع العربان''[38]

اسی طرح دوسری حدیث شریف ہے:

"لايحل سلف وبيع ، ولا شرطان فى بيع"[39]

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس عقد (عربون) میں دو غلط شرائط ہیں:

(۱) پہلی یہ کہ خریدار کے عقد ختم کرنے کی صورت میں (بیعانہ) بائع کا ہو جائے گا۔

(۲) دوسری یہ کہ خریدار ناراضگی کی صورت میں عقد ختم کر دیا جائے گا اور یہ اختیار مجہول ہے، اس لئے کہ اس میں شئ مصنوع واپسی کی شرط بغیر مدت کی تعیین کے لگائی ہے۔

کچھ علماء نے اس کے صحیح نہ ہونے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ اس بیع میں لوگوں کا مال غلط طریقے سے کھالیا جاتا ہے، مزید یہ کہ اس میں جہالت پائی جاتی ہے، بعض نے کہا کہ اس بیع میں بائع کے لئے بلا عوض بیعانہ کی شرط لگادی گئی ہے۔

---

(36) مجلہ الفقہ الاسلامی ۷/۲/۲۳۷

mğlh ālfqh ālāslāmy (۲۳۷/۲/۷

(37) آئی او فی شریعہ اسٹینڈرڈ-۲۰۱۰، استصناع اسٹینڈرڈ دفعہ ۳

āy āwfy šryʿh āstyndrd- ،۲۰۱۰āstṣnāʿ āstyndrd dfʿh (۳

(38) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3502

snn āby dāwd ،ḥdyṯ nmbr3502(

(39) سنن ابی داؤد۔ حدیث نمبر 3504

snn āby dāwd - ḥdyṯ nmbr 3504(

اس کے بر خلاف فقہاء صحابہ و تابعین (حضرت عمرؓ، عبد اللہ ابن عمرؓ، م سعید ابن مسیبؒ، ابن سیرینؒ، مجاہدؒ، نافع بن عبد الحارثؒ، زین بن سلمؒ، احمد بن حنبلؒ) اور چاروں مسالک سے تعلق رکھنے والے محقق فقہاء اسے درست مانتے ہیں اور ان کا استدلال بھی حدیث اور قیاس سے۔

ا۔ حضرت نافع بن حارثؒ سے روایت کرتے ہیں:

"انه اشترى لعمر دار اللسجن من صفوان بن أمية بأربعة الأف درهم، فان رضى عمر فالبيع له، وان عمر لم يرض فاربعمائة لصفوان "[40]

از روئے قیاس بائع کے لئے فسخ بیع کی صورت میں بیعانہ (عربون) رکھنا اس لئے درست ہے کہ دراصل یہ مشتری کی طرف سے بائع کو بلاوجہ انتظار کروانے کا بدلہ ہے۔

مذکورہ روایت سے دور قدیم میں استدلال بھی کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ عمرو بن دینار اسی اور امام احمد بن حنبلؒ اسی روایت سے دلیل لیتے تھے۔[41]

شرطِ جزائی (تاوان / جرمانہ) کی شق:

شرط جزائی کا مطلب ہے کہ جرمانہ / تاوان کی شرط لگانا۔ یعنی عقد استصناع میں شئ مصنوع یا ثمن کی ادائیگی کے لیے فریقین کا باہمی رضامندی سے کسی چیز کی شرط لگانا۔ اسے عربی زبان میں "شرطِ جزائی" کہا جاتا ہے اس طرح کی شرط لگانا عقد استصناع کے منافی نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ عقد استصناع کی دو صورتیں ہیں:

(ا) ایک کا تعلق صانع سے ہے وہ یہ ہے کہ صانع وقت مقررہ پر سامان کی تیاری میں تاخیر کرے تو طے شدہ قیمت میں کمی کی شرط لگادی جائے خواہ یہ شرط اصل معاملہ کے وقت ہی لگادی جائے یا یہ کہ نقصان ہونے سے پہلے ہی اسے معاہدہ میں طے کر لیا جائے۔

(۲) دوسری صورت کا تعلق مستصنع سے ہے کہ مال بنوانے والا اگر اپنا ذمہ ادا کرنے میں دیر کر دے تو اس پر یومیہ کے حساب سے مطلقاً کوئی جرمانہ لگا دیا جائے۔

---

(40) مصنف عبد الرزاق والبیہقی

mṣnf ʿbdālrzāq wālbyhqy

([41]) ابن قدامہ، بدائع الفوائد لابن قیم

ābn qdāmh ،bdāyʿ ālfwāyd lābn qym

پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں شئ مصنوع کو بنا کر دینے میں دیر پر اگر جرمانہ کی شق نہ رکھی جائے گی تو صانع کی طرف سے ٹال مٹول کے قوی امکانات ہیں جس سے باہمی نزاع پیدا ہو گا اور شرط لگانے کی صورت میں صانع کو فکر ہو گی کہ وقت مقررہ پر سامان ادا کرے۔

دوسری صورت جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں مال بنوانے والا اپنا ذمہ ادا کرنے میں تاخیر کرے، صانع کو طے شدہ معاہدے کے مطابق ثمن ادا کرنے میں تاخیر کرے تو اس پر جرمانہ کی شرط جائز نہیں اس لیے کہ وہ ثمن جو مال بنوانے والے (مستصنع) کے ذمہ میں ہے وہ قرض / دَین کی مانند ہے، اور قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر کوئی بھی جرمانہ لگانا سود کے زمرے میں آتا ہے جو شرعاً حرام ہے۔ چانچہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ اسی کو اختیار کیا ہے۔ مجمع الفقہ الاسلامی کی عبارت ملاحظہ ہو:

"يجوز ان يتضمن عقد الاستصناع شرطا جزائيا بمقتضى ماتفق عليه العاقدان، مالم تك هناك ظروف قاهرة "[42]

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مستصنع کی قیمت کی ادائیگی میں وقت مقررہ سے تاخیر کرے تو پھر اس کا سدباب کیسے کیا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے مواقع پر شریعت کی ان احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنا چاہیے جن سے قرضوں کو ضائع ہونے سے بچایا جاتا ہے، مثلاً مستصنع سے کوئی چیز رہن کھوائی جائے یا اس کا کوئی کفیل لے لیا جائے جو اس کی ضمانت دے یا پھر عدالت میں پیش کیا جائے جیسے دائن مماطل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

عقد استصناع میں باہم رضامندی سے یہ شرط رکھی جاسکتی ہے کہ اگر صانع نے چیز کی تکمیل اور حوالگی میں مقررہ وقت سے تاخیر کی تو اسے چیز کی قیمت میں ایک خاص حد تک کمی کرنی پڑے گی۔ اسے عربی میں شرطِ جزائی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ شرط نہیں رکھی جاسکتی کہ اگر مستصنع قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کرے گا تو وہ ایک مخصوص رقم (تاوان) بطور جرمانہ ادا کرے گا کیونکہ یہ سود (ربا) کے زمرے میں آتا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مستصنع پر قیمت کی ادائیگی دَین ہوتی ہے اور دَین پر کسی قسم کی بھی زیادتی سود ہوتی ہے لیے مستصنع پر یہ شرط نہیں رکھی جاسکتی۔[43]

---

(42) قرار رقم ۶۷ / ۳، بشاءن عقد الاستصناع، مجلۃ المجمع، العدد السابع ۲:۷۷۸

qrār rqm ،۳/۶۷bšāʾn ʿqd ālāstṣnāʿ ،mğl ةālmğmʿ ālʿdd ālsābʿ(۲:۷۷۸

(43) حوالہ بالا، استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۷ / ۲

ḥwālh bālā ،āstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ۲/۷

عقد استصناع میں خیار رؤیت:

عقد بیع کا قاعدہ واصول ہے کہ جب کوئی شخص ایسی چیز خرید تا ہے جو اس نے دیکھی نہیں ہے تو دیکھنے کے بعد اسے سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے چونکہ احناف کا صحیح اور راجح مذہب استصناع کے بیع ہونے کا ہے تو استصناع پر بھی یہ اصول اور شرط لاگو ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک خریدار کو مصنوعہ چیز کی تکمیل کے بعد خیار رؤیت حاصل ہوتا ہے جس کی بنا پر یہ بیع استصناع موقوف اور غیر لازم ہو جاتی ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں عقد لازم بن جائے گا۔

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مستصنع کو چیز کی تیاری کے بعد خیار رؤیت حاصل ہو گا کہ جب چیز بن کر تیار ہو جائے تو اسے اختیار ہو گا کہ چاہے تو قبول کر لے اور چاہے تو لینے سے انکار کر دے۔ لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خیار رؤیت حاصل نہیں ہو گا۔ کیونکہ اگر تو وہ چیز ان اوصاف اور شرائط کے مطابق بنی ہوئی ہے جو فریقین کے مابین طے ہوئے تھے تو آرڈر دینے والے کو یہ اختیار دینا کہ وہ لینے سے انکار بھی کر سکتا ہے، دوسرے فریق کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ لیکن اگر وہ چیز ان اوصاف اور شرائط کے مطابق نہ ہو تو اس وقت اسے یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ لینے سے انکار کر دے کہ اس نے ایسی چیز بنانے کا نہیں کہا تھا۔[44]

قاعدہ عموماً یہی ہے کہ جہاں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کے مابین کسی مسئلے پر اختلاف ہو تو فتویٰ امام اعظم کے قول پر دیا جاتا ہے لیکن استصناع کے معاملے میں مجلۃ الاحکام العدلیۃ کے فقہا کرام نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتوی دیتے ہوئے کہا ہے کہ استصناع میں آرڈر دینے والے کو خیار رویت حاصل نہیں ہو گا۔[45]

لزوم عقد کی ترجیح:

خلاصہ یہ ہے کہ استصناع وعدۂ بیع یا اجارہ محض نہیں بلکہ خالصتاً بیع ہے جس کی بنا پر ایجاب وقبول کے بعد سامان کی تیاری اور آمر کو شئ مصنوع کے قبول کرنے سے یک طرفہ پیچھے ہٹنے کا حق نہیں رہتا، البتہ سامان کی تیاری

---

(44) الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۵، ص۳۰۴

ālfqh ālāslāmy wādlt ،ğ ،۵ṣ(۳۰۴

(45) مجلۃ الاحکام العدلیۃ، ج۱، مادہ نمبر۳۲۹

mğlt ālāḥkām āl'dlyt ،ğ ،۱mādh nmbr (۳۲۹

کے بعد خریدار جب شئ مصنوع کو مطلوبہ معیار اور طے شدہ اوصاف کے مطابق پائے تو بھی اس کو طرفین کے نزدیک خیار رؤیت حاصل ہوتا ہے اور وہ بیع مسترد کر سکتا ہے جب کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خیار عیب کی وجہ سے واپسی کے علاوہ کوئی اور اختیار اس کو حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا وہ عقد لازم ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور کے فقہاء نے آج کل کے تجارتی معاملات کو اور کاروباری فروغ کو دیکھتے ہوئے جانبین کی بندش کے لیے اور تنازع اور حرج سے بچنے کے لیے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے بحوالہ مجلہ دفعہ ۳۹۲ لکھا ہے:

"خلافت عثمانیہ میں فقہاء نے اسی نقطہ نظر (امام ابو سف کے قول) کو ترجیح دی تھی اور حنفی قانون اسی کے مطابق مدون کیا گیا تھا، اس لیے کہ یہ جدید صنعت و تجارت میں یہ بڑی نقصان کی بات ہو گی کہ تیار کنندہ نے اپنے تمام وسائل مطلوبہ چیز کی تیاری میں لگا دیے، اس کے بعد خریدار بغیر کوئی وجہ بتائے سودا منسوخ کر دے اگرچہ فراہم کردہ چیز مطلوبہ اوصاف کے مکمل طور پر مطابق ہو۔"(46)

- جدید مالیاتی نظام میں مروجہ استصناع کے حوالے سے ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"استصناع میں خریدار کو سامان کے معائنے کے بعد اس کے رد کرنے کرنے کا اختیار ہوتا ہے، جیسا کہ شریعت نے اس شخص کو جو ایک چیز بن دیکھے خریدتا ہے تو اس کو خیار رؤیت دیا ہے کہ دیکھنے کے بعد اس کو رد کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن یہ حق اسی وقت ہے جب کہ وہ چیز فریقین کے درمیان معاہدے کے وقت متعین کردہ خصوصیات اور صفات کے خلاف ہو اور اگر متعین کردہ شرائط کے مطابق ہو تو خریدار کو کوئی اختیار نہیں ہو گا، لیکن اجارہ میں سامان کے دیکھنے کے بعد اس کے رد کا اختیار نہیں ہو گا۔"(47)

متوازی استصناع-(Parllel Istisnaa)

عقد استصناع کی ایک قسم متوازی استصناع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صانع شئ مصنوع کو خود نہ بنائے بلکہ کسی تیسرے فریق (Third Party) سے بنوائے، اس کو متوازی استصناع کہتے ہیں۔ عام طور پر دور حاضر میں جدید مالیاتی اداروں اور بینکوں میں یہ صورت زیادہ رائج ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک فریقین میں سے ہر ایک لیے یہ جائز

---

(46) اسلام اور جدید معاشی مسائل ۵/۱۵۵

āslām āwr ğdyd mʿāšy msāyl(۱۵۵/۵

(47) Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، صفحہ نمبر ۱۳۲ ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی

Meezan Bankʾs Guide to Islamic Banking،ṣfḥh nmbr ۱۳۲dāktr mḥmdʿmrān āšrf ʿṯmāny

ہے کہ وہ ایک متوازی عقد کرے۔ اگر مستصنع صانع کو اجازت دے اور اس کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو کہ وہ مطلوبہ چیز کسی اور سے بھی بنوا کر دے سکتا ہے تو صانع کسی تیسرے فرق کے ساتھ مطلوبہ چیز پر استصناع کا عقد کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگ مستصنع یہ سوچے کہ وہ چیز کو آگے فروخت کرے گا تو وہ بھی کسی تیسرے فریق کے ساتھ اس جیسی خصوصیات والی چیز پر متوازی استصناع کا عقد کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مستصنع نے اس کی اجازت نہیں دی تو متوازی استصناع درست نہیں ہو گا۔ ذیل میں مستصنع کی طرف سے متوازی استصناع کی تفصیل ذکر کی جارہی ہے:

(۱) پہلا عقد استصناع طے کرنے کے بعد مستصنع چیز ملنے کی تاریخ سے پہلے، کسی تیسرے فریق کے ساتھ متوازی استصناع کا عقد کر سکتا ہے۔

(۲) متوازی استصناع کے مستصنع کی حیثیت متوازی استصناع میں صانع کی ہو جاتی ہے اور تیسرا فریق مستصنع کہلاتا ہے۔

(۳) متوازی استصناع میں ان تمام شرائط اور قواعد کا خیال رکھا جائے گا جو استصناع کے لیے ضروری ہیں۔

(۴) متوازی استصناع میں چیز کی حوالگی کی تاریخ وہی ہو سکتی ہے جو پہلے استصناع کی ہے۔

(۵) متوازی استصناع میں انہی خواص کی حامل چیز بھی مقرر کی جاسکتی ہے جو پہلے استصناع میں ہوتی ہے لیکن یہ خاص یا مشروط نہیں کیا جاسکتا کہ متوازی استصناع میں بعینہ وہی چیز دی جائے جو پہلے استصناع میں وصول ہو گی۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کسی حادثے کے سبب پہلے استصناع کی چیز ضائع ہو جائے تو وہ کس طرح متوازی استصناع میں ادا کی جاسکے گی۔

(۶) لیکن اگر پہلے استصناع کی چیز مقررہ وقت پر موصول ہو جائے اور یہ خاص یا مشروط بھی نہ کیا گیا ہو کہ متوازی استصناع میں بعینہ یہی چیز دی جائے گی تو وہ چیز متوازی استصناع کے مستصنع کو دی جاسکتی ہے۔

(۷) لیکن اگر پہلے استصناع کی چیز کی حوالگی میں تاخیر ہو جاتی ہے تو اس کا اثر متوازی استصناع پر نہیں پڑنا چاہیے اور اس وقت متوازی استصانع کے صانع پر لازم ہو گا کہ وہ اپنا عقد پورا کرے۔

تاہم مندرجہ بالا شرائط کے علاوہ کچھ شرائط ایسی ہیں جو متوازی استصناع کے ساتھ خاص ہیں جن کا خیال رکھا جانا ضروری ہے، تاکہ معاملہ شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق رہے۔ وہ شرائط مندجہ ذیل ہیں:

(۱) پہلے استصناع کا مستصنع متوازی استصناع کا عقد کسی ایسے تیسرے فریق کے ساتھ کرے گا جس کا صانع کے ساتھ کوئی تعلق (Relation) نہ ہو یعنی اس نوعیت کا تعلق نہ ہو کہ صانع اس کا بزنس میں

شریک (Partner) یا اس کے بزنس کا مالک ہو اور وہ اس کا تنخواہ دار ملازم ہو۔ کیونکہ یہ ایسے ہی ہو جائے گا گویا کہ صانع نے اپنا مال فروخت کیا پھر متوازی استصناع میں اپنے شریک یا ملازم کے ذریعے وہی مال خرید لیا جو کہ بیع عینہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۲) دونوں عقد (استصناع اور متوازی استصناع) الگ الگ بنیادوں پر طے ہونے چاہئیں، یعنی پہلے استصناع میں متوازی استصناع کی کوئی شرط بھی نہ لگائی گئی ہو اور نہ ہی متوازی استصناع کو پہلے استصناع کے ساتھ اس طرح نتھی کیا گیا ہو کہ جب پہلے استصناع سے چیز موصول ہو گی تو متوازی استصناع میں ادا کی جائے گی، دونوں معاملات مکمل طور پر علیحدہ (Sepret) ہوں۔[48]

متوازی استصناع کا یہ عقد پہلے استصناع کا صانع بھی کر سکتا ہے تاکہ وہ مقررہ وقت پر مطلوبہ چیز کا اہتمام کر سکے اور استصناع کا معاہدہ مکمل کرے۔ یہ صانع متوازی استصناع میں مستصنع بن جائے گا۔ اس میں بھی مندرجہ بالا تمام شرائط کا خیال کیا جائے گا تاکہ معاملات شریعت مطہرہ کے مطابق رہیں۔ یعنی صانع متوازی استصناع کا عقد کسی ایسے تیسرے فریق سے کرے گا جس کا مستصنع سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہو گا، استصناع اور متوازی استصناع دو الگ الگ عقود ہوں گے۔ تاہم اس تعلق سے مراد خونی رشتے نہیں ہیں بلکہ کاروباری تعلق مراد ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

جدید مالیاتی اداروں اور اسلامی بینکوں میں مروجہ استصناع

جدید مالیاتی اداروں اور اسلامی بینکوں میں استصناع کا طریقۂ تمویل تاجروں، بالخصوص ان صنعتی اداروں کو سرمایہ فراہم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن کو سامان تجارت کی صنعت اور فروخت سے متعلق اخراجات کے لیے سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ مالیاتی اداروں / بینکوں میں استصناع اور متوازی استصناع دونوں طریقے رائج ہیں مگر عام طور پر متوازی استصناع کے ذریعہ کام کیا جاتا ہے۔

استصناع کی تمویلی سہولت کے تحت بینک گاہک کو کوئی مخصوص چیز بنانے کا آرڈر کرتا ہے اور اس کی قیمت کی ادائیگی معاہدے کے وقت گاہک کو کر دیتا ہے۔ گاہک مال تیار کرنے کے بعد بینک کو اس مال کا قبضہ فراہم کرتا ہے۔ قبضہ ملنے کے بعد بینک اس مال کو خود یا کسی وکیل (جو کہ گاہک بھی ہو سکتا ہے) بازار میں نفع رکھ کر فروخت کر دیتا ہے

---

(48) اے آئی او فی شریعہ اسٹینڈرڈ ۲۰۱۰، استصناع اسٹینڈرڈ، دفعہ ۷، ص ۱۸۸

AIOFE šryʿh āstyndr ،۲۰۱۰ ،ʿāstṣnāʿ āstyndrd ،dfʿh ،۷ṣ (۱۸۸

اور متوازی استصناع کی صورت میں ایک عقد استصناع مستصنع اور مثلاً مالیاتی ادارہ (بینک) کے درمیان ہوتا ہے اور دوسرا عقد مالیاتی ادارہ اور اصل صانع (مینوفیکچرر) کے درمیان ہوتا ہے۔ استصناع کے تحت تمویلی سہولت میں ربا(سود) شامل نہیں ہوتا کیونکہ بینک قرض دے کر اس کے اوپر نفع کمانے کے بجائے کوئی مال تیار کرواکر اور پھر اس کو فروخت کرکے اس پر نفع کماتا ہے۔

دور حاضر میں استصناع کی ضرورت واہمیت کی بناپر مالیاتی اداروں نے مختلف قسم کی عقد استصناع پر مبنی کچھ مصنوعات بنائیں ہیں جس میں استصناع کو استعمال کیا جاتا ہے۔ عقد استصناع کا طریقہ کار اسلامی مالیاتی اداروں میں درج ذیل فائننگ میں ہوتا ہے:

(۱) ہوم فائننسنگ۔ (Home Finanacing)

(۲) پلانٹ فیکٹری۔ (Plant Financing)

(۳) بلڈنگ کی فائننسنگ۔ (Bulging Financing)

(۴) اپارٹمنٹ کی بکنگ کے لئے فائننسنگ۔ (Apartment Financing)

(۵) بی اوٹی فائننسنگ (BOT Financing)[49]

مالیاتی ادارے / بینک کے ساتھ استصناع کا معاہدہ:

عام طور پر اسلامی بینک صارف کے ساتھ استصناع کی بنیاد پر دو قسم کا عقد کرتے ہیں:

پہلی صورت:

خریدنے والے کی حیثیت استصناع کا معاملہ، یعنی کوئی بھی آدمی فنانشل ادارے سے پیسے حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ مینوفیکچرر ہے تو بینک / مالیاتی ادارہ بحیثیت خریدار اس کے ساتھ استصناع کا معاملہ کرتے ہیں۔ جس کا طریقہ ہوتا ہے کہ بینک مینوفیکچرر کو یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کے لئے ان صفات کی حامل شئ بنا کر دے اس ذیل میں بینک کی طرف سے جو ایڈوانس رقم دی جاتی ہے، اسے ایڈوانس پیمنٹ (پیشگی ثمن) تصور کیا جاتا ہے، جب مطلوبہ شئ تیار ہو جاتی ہے تو اس کے بعد بینک اس چیز کو پرافٹ پر بازار میں بیچ دیتا ہے۔

---

(49) Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، صفحہ نمبر ۱۳۲ ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی

Meezan Bankʾs Guide to Islamic Banking،ṣfḥh nmbr ۱۳۲dāktr mḥmdʿmrān āšrf ʿṯmāny

دوسری صورت:

جن کلائنٹس کو ہاؤس / فلیٹ، آلات، یا مشینری وغیرہ کی حاجت ہوتی ہے، مالیاتی ادارہ انہیں متعین کردہ خصوصیات و مدت کے ساتھ مہیا کرنے کا معاملہ کرتا ہے اور صارف سے اس کی قیمت اقساط میں وصول کرتا ہے۔ مالیاتی ادارہ یہ اشیاء خواہ خود تیار کرے یا کسی تیسری پارٹی سے تیار کرواکر دے اس کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ (جیسا کہ اس کی تفصیلات پہلی متوازی استصناع کے ذیل میں گذر چکی ہیں)۔

عقد استصناع میں بینک فائنسنگ کی مثال:

اسلامی بینکوں میں استصناع کا استعمال مختلف مقاصد کے لیے ہوتا ہے جیسے مشینری کی تیاری، ہوم فنانسنگ، بلڈنگ اور پراجیکٹس وغیرہ تاہم یہاں پر ہوم فنانسنگ کی مثال ذکر کی جاتی ہے۔ جس طرح عقد اجارہ (Leasing) میں کلائنٹ گھر کی سہولت لینے کے لیے اسلامی بینک کے پاس جاتا ہے تو اسلامی بینک اپنے کلائنٹ کے لیے گھر خرید لیتا ہے اور پھر اس کو اجارہ پر دیدیتا ہے اور ایک متعین مدت تک قسطوں میں اس کی ادائیگی ہوتی رہتی ہے۔ بالکل اسی طرح استصناع میں جب کلائنٹ بینک کے پاس ہوم فنانسنگ کی غرض سے جاتا ہے تو وہ اسلامی بینک سے درخواست کرتا ہے کہ مجھے اس قسم کا گھر یا اس نقشہ کے مطابق گھر چاہیے۔ تو اسلامی بینک اس کے ساتھ استصناع کا عقد کرتا ہے اور پھر گھر کی تعمیر کے لیے متوازی استصناع کا عقد کرتا ہے۔ ایک طرف بینک اپنے کلائنٹ سے یہ عقد کرتا ہے کہ وہ اس کو اس کے مطلوبہ نقشہ کے مطابق گھر بناکر دے گا تو دوسری طرف بینک ایک معمار یا ٹھیکہ دار سے عقد استصناع کرتا ہے کہ تم میرے لیے ایک گھر تعمیر کروگے اور اس کا خرچہ بینک ادا کرتا ہے جب گھر کی تعمیر مکمل ہو جاتی ہے تو بینک وہ گھر اپنے کلائنٹ کو دے دیتا ہے اور اس سے رقم قسطوں کی شکل میں لیتا رہتا ہے۔

اس صورت کی مزید تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص کو فلیٹ / گھر کی ضرورت ہے وہ کسی مالیاتی ادارہ (بینک) سے عقد استصناع کرتا ہے کہ مجھے فلیٹ بناکر دے۔ اب مالیاتی ادارہ خود نہیں بناسکتا اور نہ ہی اس کا یہ کام ہے تو وہ دوسرے آدمی / فریق کے ساتھ علیحدہ ایک استصناع کا معاہدہ کرتا اور اس کی فلیٹ کی لاگت ایک کروڑ طے کرلیتا ہے، اس کے بعد اس سارے معاہدے کی مدت طے ہو جاتی ہے جس میں پہلے شخص کو ادائیگی کرنی ہوتی ہے۔ اس کے بعد فلیٹ کی تیاری کے بعد دوسری پارٹی بینک کو وہ چیز حوالہ کرتی ہے اور اس کی ادائیگی کردی جاتی ہے اور پھر بینک اس چیز پر قبضہ کرنے کے بعد پہلی پارٹی کو وہ فلیٹ اپنا منافع رکھ کر سوا کروڑ میں فروخت کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ دو الگ الگ معاہدے مکمل ہو جاتے ہیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ دونوں معاہدے مکمل علیحدہ ہوں اور ایک معاہدہ دوسرے کے ساتھ مشروط یا لنک نہ ہو تبھی جائز ہو گا۔

اسلامی بینکوں میں استصناع کا طریقہ کار (مرحلہ وار):

(۱) صارف بینک کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو اپنے گھر / فلیٹ / بلڈنگ کے لیے بینک فنانسنگ چاہیے۔

(۲) بینک صارف کے مکمل کاروبار کی مکمل جانچ پڑتال کرنے کے بعد اس کے ساتھ استصناع کی بنیاد پر کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

(۳) بینک سب سے پہلے صارف کے لیے ایک حد تمویل (Financing Limit) مقرر کرتا ہے۔

(۴) حد تمویل مقرر ہونے کے بعد بینک اور صارف ایک جنرل ایگریمنٹ کرتے ہیں جسے ماسٹر استصناع ایگریمنٹ (Master Istisna Agreement - MIA) کہا جاتا ہے۔ اس کے تحت دونوں فریقوں کے درمیان مستقبل میں استصناع کی بنیاد پر کام کرنے کی بنیادی شرائط وضوابط طے ہوتے ہیں۔

(۵) ماسٹر استصناع ایگریمنٹ کے منعقد ہونے کے بعد بینک صارف کے ساتھ ایک مزید ماسٹر ایجنسی ایگریمنٹ (Master Agency Agreement - MAA) پر دستخط کرتا ہے جس کے تحت بینک صارف کو اپنا مال فروخت کرنے اور رقم وصول کرنے کے لیے اپنا وکیل مقرر کرتا ہے۔

(۶) استصناع کے تحت تمویلی سہولت کے لیے سب سے پہلے صارف بینک کو ایک تحریری درخواست (Written Offer) بھی پیش کرتا ہے۔

(۷) اس تحریری درخواست میں صارف اس شئ مصنوع کی صفات، خصوصیات اور نقشہ وغیرہ اور اس کی تاریخ فراہمی (Delivery)، قیمت وغیرہ کا بھی ذکر کرتا ہے۔

(۸) صارف کی درخواست منظور ہو جانے کی صورت میں بینک صارف کو مطلوبہ چیز تیار کرنے کا آرڈر دیتا ہے اور ساتھ ہی اس کو قیمت ادا کر دیتا ہے جس سے صارف اپنی مالی ضروریات پوری کرتا ہے۔

(۹) صارف مطلوبہ وقت میں مطلوبہ چیز تیار کر کے بینک کو اس کی اطلاع کرتا ہے اور بینک اس مال کی عملی جانچ پڑتال کرواتا ہے اور اس کے بعد مطلوبہ چیز پر قبضہ حاصل کرتا ہے۔

(۱۰) استصناع کے حت مال وصول کرنے کے بعد بینک صارف کو ماسٹر وکالہ ایگریمنٹ کے تحت یہ مال وکیل کے طور پر ایک متعین قیمت پر فروخت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(۱۱) صارف بینک کے وکیل کی حیثیت سے یہ مال فروخت کر کے اس کی قیمت حاصل کر کے بینک کو ادا کر دیتا ہے۔

(۱۲) مال کی قیمت وصول ہونے کے بعد بینک صارف کو اس کی وکالت کی اجرت ادا کرتا ہے۔ مال کی قیمت جلد وصول ہونے کی صورت میں صارف بینک کو زیادہ اجرت دیتا ہے۔

معاہدے کا بنیادی مواد درج ذیل ہے:

جب صارف اور بینک کے درمیان استصناع کا معاملہ طے پاجاتا ہے تو مالیاتی ادارہ، تھرڈ پارٹی (منتخب شدہ ایجنٹ) سے اس پر کام کرنے کا معاملہ کرتا ہے، اسے عموماً متوازی استصناع کہتے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے مشہور اسلامی مالیاتی ادارہ (میزان بینک) نے عقد استصناع معاہدے میں جو مراحل ذکر کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) کلائنٹ اور میزان بینک لمیٹڈ یعنی ایم بی ایل (MBL) استصناع کا معاہدہ کرتے ہیں، جس میں (MBL) اپنے کلائنٹ کو ریکویسٹ کرتا ہے کہ وہ متعین شدہ سامان کے لئے تیار کرے اور کلائنٹ کو اس سامان کی ایڈوانس پیمنٹ کی جاتی ہے۔

(۲) گاہگ سامان تیار کرنے کے بعد، سامان بینک کے حوالے کر دیتا ہے۔

(۳) بینک سامان وصول کرتا ہے اور اسے براہ راست یا کسی تیسرے فریق کے ذریعے مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے۔[50]

اسلامی بینکاری میں رائج استصناع کے طریقہ کار اور صورتوں کا جائزہ لینے کے بعد جو بنیادی صورت حال سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی بینکاری کی یہ مصنوعات بھی سقم اور شرعی قباحتوں کے بغیر نہیں ہیں جیسا کہ ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ بینک کی طرف سے تیار کردہ چیز اپنے قبضے میں نہ لینا۔

۲۔ صارف کو ہی وکیل متعین کرنا۔

اس طرح، یہ ظاہر ہے کہ بینک صرف مالیاتی ثالثی کا کام انجام دیتا ہے اور اصل کاروبار میں حصہ نہیں لیتا، اس سے بینک کا کردار کرنسی کے لین دین کے منافع تک محدود ہو جاتا ہے، اس لیے یہ بہتر نہیں ہے۔

درست طریقہ کار:

---

(50) میزان بینک بروشر / گائیڈ

myzān bynk brwšr/gāyd)

اسلامی بینک مینوفیکچرنگ کنٹریکٹ سے شرعی خامیوں کو دور کرے تاکہ اس معاہدے کو شرعی اعتبار سے یقینی بنایا جاسکے:

۱۔ شے / سامان مارکیٹ میں فروخت ہونے سے پہلے قبضے میں ہونی چاہیے۔

۲۔ صارف کو ایجنٹ نامزد نہ کیا جائے۔

۳۔ استصناع متوازی میں دو معاہدوں کے درمان کوئی ربط نہیں ہونا چاہیے بلکہ دونوں معاہدوں کو الگ الگ ہونا چاہیے۔

عقد استصناع کے جدید میدان:

عقد استصناع دور حاضر میں اور مستقبل کے لیے، صنعت و حرفت (مینوفیکچرنگ) سے وابستہ افراد کے لیے ایک بہترین اور عمدہ شرعی اور آسان طریقہ کار ہے اس لیے اس کو زیادہ سے زیادہ شرعی اصولوں کے مطابق رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلامی بینک استصناع کو مختلف اثاثوں کی تیاری کے لیے بھی استعمال کرسکتے ہیں، جیسے عمارتیں، سڑکیں، ہوائی جہاز، بحری جہاز، ڈیم، پاور اسٹیشن وغیرہ۔ ایسی انڈسٹریوں میں بھی استصناع کا استعمال کیا جاسکتا ہے جہاں فروخت کے آرڈر ایڈوانس وصول کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ درج ذیل شعبہ جات میں استصناع کا استعمال کیا جاسکتا ہے:

(۱) شعبہ تعمیرات، یونیورسٹیاں، اسکول، کالج، اپارٹمنٹ۔

(۲) رہائشی / کمرشل عمارتوں کی تعمیر، شاپنگ مال۔

(۳) ترقیاتی امور کے پروجیکٹس، شاہرائیں، ڈیم، ائیرپورٹس۔

(۴) آئی ٹی کی صنعت جیسے لیپ ٹاپ، کمپیوٹر، موبائل۔

(۵) شعبہ زراعت میں نہروں کی تعمیر، اثاثہ جات کی تمویل، ٹیوب ویل، ٹریکٹر، اسپرے مشینیں وغیرہ۔

استصناع میں موجود ممکنہ خطرات اور ان میں کمی کے طریقے:

عام طور پر استصناع میں خطرات کو کم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے جاتے ہیں:

(۱) اگر اسلامی بینک کسی فرد / کمپنی سے کسی چیز پر استصناع کا معاہدہ کرتا ہے اور کچھ رقم پیشگی ادا کرتا ہے تو اس صورت میں اسلامی بینک کے پاس یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ اس چیز کی تیاری کے خام مال پر قبضہ کرکے

اپنی ادا کی گئی رقم وصول کرے۔ اس خطرے کو کنٹرول کرنے کے لیے اسلامی بینک اس فرد / کمپنی سے ضمانت طلب کر سکتا ہے جسے بعد میں فروخت کر کے اپنی رقم وصول کر سکتا ہے۔

(۲) متوازی استصناع میں یہ ممکن ہے کہ صانع مقررہ وقت پر چیز تیار نہ کرے۔ اس صورت میں اسلامی بینک کو بھی نقصان ہو سکتا ہے۔ اس خطرے کا تدارک کرنے کے لیے اسلامی بینک استصناع کے عقد میں شرط جزائی کی شق شامل کر سکتا ہے۔

(۳) استصناع کے تحت ملنے والے اثاثے کو قبض سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں۔ اس صورت میں اسلامی بینک کو یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ مستقبل کے اثاثے کی قیمت اور اس کی مارکٹنگ متاثر ہو سکتی ہے۔ اس خطرے کے پیش نظر اسلامی بینک کو یہ اجازت ہے کہ وہ پیشگی طور پر کسی تیسرے فریق سے یہ وعدہ لے کہ مستقبل میں وہ تیسرا فریق اثاثہ خریدے گا یا کسی تیسرے فریق کو مستقبل میں اثاثے کی فروخت اور مارکیٹنگ کا وکیل بھی بنا سکتا ہے۔

(۴) اسلامی بینک کو یہ خطرہ بھی لاحق ہوتا ہے کہ صانع اسے طے شدہ معیار سے کم تر معیار کی چیز نہ بنادے۔ اس صورت میں اسلامی بینک صانع سے معیار کی ضمانت لے سکتا ہے۔

خلاصہ بحث:

جدید اسلامی بنکاری اور مالیاتی نظام روز بروز ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ مختلف اسلامی طرق ہائے تمویل کے ذریعے افراد کی تجارتی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ معیشت کی پیداواری صلاحیت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اس باب میں استصناع کا طریقہ نہایت اہمیت کا حامل قرار پاتا ہے کیونکہ پیداواری عمل میں اس کا بہت زیادہ اور کلیدی کردار ہے۔ اس عقد کے تحت جہاں تاجر کی مالی ضرورت پوری ہوتی ہے وہیں خریدار کی من پسند مطلوبہ چیز بھی اسے مل جاتی ہے جو وہ کسی دوسرے عقد کے ذریعے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ حکومتی سطح پر اگر اس عقد کے ذریعے بڑے بڑے تعمیراتی پروجیکٹ شروع کیے جائیں تو اس سے نہ صرف روزگار میں اضافہ ہو گا بلکہ معاشی حالات بھی اسلامی اصولوں کی جانب گامزن ہوں گے۔